

اصول فقہ میں قیاس کی حدود: ائمہ اربعہ کے مناہج کا تقابلی مطالعہ

Sohail Ahmad

MPhil scholar University of Okara

Email: sohailahmad08101997@gmail.com

Ayyaz Akhtar

MPhil Scholar University of Okara

Email: akhtarayaz277@gmail.com

Abstract

The science of Usul al-Fiqh (principles of Islamic jurisprudence) forms the intellectual framework for deriving legal rulings from foundational texts. Within this science, Qiyās (analogical reasoning) occupies a critical and contested position, particularly in its scope, limitations, and methodological legitimacy across various schools of Islamic law. This research undertakes a comparative analytical study of the four major Sunni schools — Ḥanafī, Mālikī, Shāfiʿī, and Ḥanbalī — focusing on how each school defines, applies, and restricts Qiyās within its respective jurisprudential paradigm.

The study explores the philosophical underpinnings and textual evidences used by the jurists to justify or limit analogical reasoning, and highlights the nuanced differences in their approaches. For instance, the Ḥanafīs embraced Qiyās with broader methodological openness, while the Ḥanbalīs often exhibited a more cautious or restrictive stance. The Mālikīs emphasized the role of public welfare (maṣlaḥah) alongside analogy, and the Shāfiʿīs systematized Qiyās within a strict textual framework.

By critically examining classical texts, legal precedents, and the underlying epistemology of each school, this paper argues that the boundaries of Qiyās are not merely technical, but rooted in deeper legal philosophies and priorities. The findings aim to contribute to a refined understanding of inter-madhhab legal theory, and to inform contemporary Islamic legal discourse by illustrating how diversity in method does not imply discord, but reflects the richness of Islamic legal heritage.

تمہید

اسلامی فقہ ایک متحرک اور علمی بنیاد پر قائم ایسا نظام قانون ہے، جو وحی الہی (قرآن و سنت) سے احکام اخذ کرنے کے لیے ایک جامع اصولی فریم ورک رکھتا ہے، جسے ”اصول فقہ“ کہا جاتا ہے۔ ان اصولوں میں ”قیاس“ کو ایک نہایت اہم، مگر نزاعی حیثیت حاصل ہے، جس پر قدیم و جدید عہد میں علمی کاوشیں کی گئی ہیں۔ قیاس نہ صرف ایک استنباطی ذریعہ ہے، بلکہ اس کے ذریعے مجتہدین ان مسائل میں شرعی رہنمائی فراہم کرتے ہیں جن کا براہ راست ذکر نصوص میں نہیں ملتا۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) نے قیاس کو مختلف زاویوں سے دیکھا، اس کی حدود مقرر کیں، اور اپنے اجتہادی مناہج میں اسے کبھی مرکزی، کبھی ضمنی اور کبھی مشروط حیثیت دی۔ انہی اختلافی و اجتہادی جہات نے اسلامی فقہ کو وسعت، عمق اور اعتدال عطا کیا۔ زیر نظر تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ اصول فقہ کی روشنی میں قیاس کے اطلاق اور اس کی حد بندیوں کو واضح کیا جائے، اور یہ دکھایا جائے کہ ہر امام نے قیاس کے استعمال میں کون سے اصول و ضوابط مد نظر رکھے۔ اس تقابلی مطالعہ سے ایک طرف فقہی فہم کے تنوع کا ادراک حاصل ہوتا ہے اور دوسری طرف عصر حاضر کے فقہی اجتہاد میں ایک متوازن اور اصولی رہنمائی بھی میسر آتی ہے۔

قیاس کا مفہوم، شرعی بنیاد اور اصولی حیثیت

اسلامی قانون سازی میں جب کوئی صریح نص (قرآن یا سنت) کسی مسئلے پر موجود نہ ہو، تو مجتہدین اس خلا کو پر کرنے کے لیے جن ذرائع سے استدلال کرتے ہیں، ان میں قیاس کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ قیاس لغوی طور پر "اندازہ لگانے، برابری کرنے یا ملانے" کے مفہوم میں آتا ہے، جبکہ اصطلاحاً قیاس وہ اجتہادی عمل ہے جس کے ذریعے کسی اصل مسئلے پر موجود شرعی حکم کو کسی نئے مسئلے پر اس کے علت مشترکہ کی بنیاد پر منطبق کیا جاتا ہے۔¹

قیاس کی شرعی بنیاد

فقہائے کرام نے قیاس کو بطور دلیل تسلیم کرنے کے لیے متعدد قرآنی اور حدیثی دلائل پیش کیے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں فرمایا گیا:

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ²

یہ آیت قیاس و عبرت کو عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لیے ہدایت قرار دیتی ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت پوچھا:

"بِمَ تَقْضِي؟"

تو معاذ نے جواب دیا: "بِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ لَمْ أَجِدْ، فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَإِنْ لَمْ أَجِدْ، اجْتَهِدْتُ رَأْيِي"³

یہ حدیث اجتہادی ذرائع میں قیاس کی اصولی جواز کو تقویت دیتی ہے۔

فقہی ماخذ میں قیاس کی حیثیت

جمہور فقہاء نے قیاس کو چوتھے درجہ کا ماخذ مانا ہے، یعنی قرآن، سنت، اجماع کے بعد قیاس آتا ہے (ابن قدامہ، روضة الناظر، 451:1، مکتبہ المعارف، 1992)۔ امام شافعیؒ قیاس کو لازم قرار دیتے ہیں بشرطیکہ اس کی بنیاد نص یا اجماع پر ہو، جبکہ امام مالکؒ قیاس کے ساتھ ساتھ مصالح مرسلہ کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے فقہی نظام میں قیاس ایک وسیع دائرہ کار رکھتا ہے، جہاں نص نہ ہو، وہاں قیاس کو ترجیح دی جاتی ہے۔

قیاس کی اقسام اور اجزاء

علمائے اصول نے قیاس کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے، جن میں:

قیاس حلی (واضح علت پر مبنی)

قیاس خفی (چھپی علت پر مبنی)

قیاس شبہ

قیاس اولی

قیاس کی بنیادی اجزاء میں اصل، فرع، حکم، اور علت شامل ہیں⁴

قیاس اسی وقت معتبر ہوتا ہے جب علت اصل و فرع دونوں میں یکساں طور پر موجود ہو اور وہ علت منصوص ہو یا معقول ہو۔

¹، الآمدی، الإحكام في أصول الأحكام، 1:207، دار الكتب العلمية، 2003

²، سورة الحشر، 59:2

³، ابو داؤد، السنن، ج 3، ص 303، رقم: 3592، دار السلام، 2008

⁴، الرازي، المحصول في علم الأصول، 2:267، دار المديني، 1997

اختلافات و تحدیدات

اگرچہ قیاس کو بطور اصول تسلیم کیا گیا ہے، تاہم اس کے اطلاق اور حد بندی میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی تفصیل آئندہ ابواب میں بیان کی جائے گی۔ امام احمدؒ، اگرچہ قیاس کو بعض مواقع پر قبول کرتے ہیں، تاہم وہ حدیث کو قیاس پر ہمیشہ مقدم رکھتے ہیں، اور بعض مقامات پر قیاس کو ترک کر دیتے ہیں اگر وہ ظن کا سبب بنے۔

امام ابو حنیفہؒ کے فقہی منہج میں قیاس کی حدود و قیود

امام ابو حنیفہؒ (وفات: 150ھ) کو فقہ اسلامی کی دنیا میں قیاس کے سب سے زیادہ منظم اور وسیع استعمال والے مجتہد کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک قیاس نہ صرف ایک استنباطی اصول ہے بلکہ وہ فقہی فکر کی بنیاد بھی ہے جہاں ظنیات میں نصوص شریعت موجود نہ ہوں۔ ان کے اجتہاد کا انداز عمیق فکری منہج اور دقیق عقلی بنیادوں پر قائم ہے، جس میں قیاس کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔

قیاس کی بنیاد قرآن و سنت پر

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں قیاس اس وقت معتبر اور واجب العمل ہوتا ہے جب وہ کتاب و سنت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔ وہ کبھی قیاس کو صریح نص پر مقدم نہیں کرتے۔ ان کے منہج میں قرآن و حدیث کے بعد اجماع اور پھر قیاس کی ترتیب ہے۔⁵

قیاس کا دائرہ کار

حنفی فقہ میں قیاس کا استعمال ان تمام مسائل میں ہوتا ہے جن میں نص موجود نہ ہو یا وہ دلالت قطعی نہ ہو۔ اس کا مقصد صرف قانونی خلا کو پر کرنا نہیں بلکہ شریعت کے عمومی مقاصد کی روشنی میں موزوں حکم وضع کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں قیاس اکثر استحسان کے ساتھ متوازن ہو کر آتا ہے۔⁶

قیاس میں علت کی تعیین

امام ابو حنیفہؒ کے اصولی منہج میں علت کی تعیین کا سخت اہتمام کیا گیا ہے۔ وہ علت کی تعیین کو قبول کرتے ہیں اور اسے ”علت مؤثرہ“ کہتے ہیں۔ یہی علت قیاس کی بنیاد بنتی ہے۔ مثال کے طور پر نشہ کی علت پر شراب کی حرمت کو بنیاد بنا کر دیگر نشہ آور اشیاء کو بھی حرام قرار دینا انہی کے اصولی منہج کا تسلسل ہے۔

قیاس بمقابلہ روایت

حنفی اصولیین کے نزدیک اگر کوئی راوی حدیث بیان کرے اور اس کی روایت قیاس کے خلاف ہو، تو اس روایت کو قبول کرنے سے پہلے اس کے تعارض کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بعض مواقع پر روایت کے بجائے قیاس کو ترجیح دی ہے، خاص طور پر جب روایت خبر واحد ہو اور قیاس قوی ہو۔⁷

⁵ ابو زہرہ، الامام ابو حنیفہ: حیاتہ و عصرہ و آراؤہ و فقہہ، ص 252، دار الفکر العربی، 1997

⁶ السر خسی، اصول السر خسی، 1: 130، دار المعرفۃ، 1993

⁷ الجصاص، احکام القرآن، 2: 98، دار الکتب العلمیہ، 1994

قیاس و استحسان کا باہمی تعلق

حنفی مکتب میں قیاس اور استحسان دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں قیاس عام اصولی ضابطہ دیتا ہے، وہاں استحسان بعض خاص احوال میں اس سے ہٹ کر کوئی زیادہ موزوں، منصف اور رحمدل حکم فراہم کرتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے خود استحسان کو "سَيِّئَةُ أَغْشَارِ الْفَقْهِ" (فقہ کا مجھے حصہ) قرار دیا۔⁸ امام ابو حنیفہؒ کے منہج میں قیاس ایک محض قیاسی منطق نہیں بلکہ کتاب و سنت کی روح کے مطابق ایک اصولی و مقصدی اجتہادی طریقہ ہے۔ ان کا منہج اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ قیاس کی اصل طاقت اس کی علت کی صحت اور اجتہادی حکمت میں ہے، نہ کہ صرف ظاہری مطابقت میں۔

امام شافعیؒ کا اصولی منہج اور قیاس کا مقام

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (وفات: 204ھ) اصول فقہ کے باقاعدہ معمار اور تدوین اصول کے اولین مجتہد تصور کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے فقہ و اصول کو ایک منظم و استدلالی قالب عطا کیا، جہاں قیاس کو نصوص کے تابع ایک اصولی و استنباطی ذریعہ تسلیم کیا گیا۔ امام شافعیؒ کی فقہی بصیرت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف قیاس کے قائل ہیں بلکہ اس کے استعمال میں انتہائی محتاط اور علمی معیار کے پابند ہیں۔

قیاس کی تعریف و حیثیت

امام شافعیؒ کے مطابق قیاس "اجتہاد بالرأی" کی وہ صورت ہے جس میں کسی اصل مسئلے کی علت کو بنیاد بنا کر نئے مسئلے پر حکم لاگو کیا جاتا ہے۔ وہ اسے صرف تب جائز سمجھتے ہیں جب نص، اجماع یا اثر نہ ملے۔

"قیاس واجب ہے جب کتاب و سنت نہ ملیں"⁹

قیاس کی اقسام

شافعی منہج میں قیاس کی دو اقسام ہیں:

قیاس جلی: جو علت اور حکم دونوں میں واضح ہو، جیسے شراب کی حرمت کو نشہ کی علت سے ثابت کرنا۔

قیاس خفی: جو زیادہ فکری اجتہاد کا متقاضی ہو، جیسے معاہدہ نکاح میں بعض شرطوں کا حکم۔

شافعی فقہاء قیاس جلی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جبکہ قیاس خفی میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

حدیث پر قیاس کی عدم ترجیح

امام شافعیؒ کے ہاں خبر واحد (صحیح سند کے ساتھ) قیاس پر مقدم ہے۔ اگر کسی مسئلے پر حدیث موجود ہو تو وہ قیاس کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان کے بقول:

"ہر وہ حدیث جو صحیح سند سے رسول ﷺ تک پہنچے، وہی میرا مذہب ہے، خواہ میرے قول سے مختلف ہی کیوں نہ ہو"¹⁰

قیاس و اجماع کا ربط

شافعی اصولیین کے نزدیک قیاس کو صرف وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں نہ تو قرآن و حدیث اور نہ ہی اجماع موجود ہو۔ ان کے ہاں اجماع قیاس پر مقدم ہے اور وہ اجماع کو قطعی دلیل مانتے ہیں۔¹¹

⁸، اکمل بن الہام، فتح القدیر، 280:1، دار الفکر، 2002

⁹، الشافعی، الرسالة، ص 509، دار الکتب العلمیہ، 1997

¹⁰، ابن ابی حاتم، آداب الشافعی، ص 64، مکتبہ اسلامی

¹¹، الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، 38:4، دار الکتب العربیہ، 1996

قیاس کی حدود

امام شافعیؒ کے نزدیک قیاس کا استعمال اس وقت جائز ہے جب:

علت شرعی ہو

اصل حکم نص سے ثابت ہو

فرع اصل کے مماثل ہو

علت اور حکم میں معقول مناسبت ہو

یعنی قیاس محض عقلی قیاس آرائی نہ ہو بلکہ شرعی بنیادوں پر قائم ہو۔

امام شافعیؒ کا اصولی منہج قیاس کے باب میں نہایت متوازن، محتاط اور علمی معیار پر مبنی ہے۔ وہ قیاس کو سنت اور اجماع کے بعد آخری درجہ میں رکھتے ہیں لیکن جب اسے اپناتے ہیں تو دلائل کے ساتھ اس کی بنیاد مضبوط کرتے ہیں۔ ان کا منہج فقہ میں ضابطہ بندی، احتیاط اور نصوص پر انحصار کی بہترین مثال ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا منہج اجتہاد اور قیاس کی حد بندی

امام احمد بن حنبلؒ (وفات: 241ھ) کا شمار ان ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث نبویؐ کو فقہی اجتہاد کی بنیاد قرار دیا۔ وہ روایت پرستی کے ساتھ ساتھ اجتہادی بصیرت رکھتے تھے، مگر ان کا جھکاؤ ہمیشہ نصوص کی طرف رہا۔ قیاس کو اگرچہ وہ اصول استنباط میں شامل مانتے ہیں، لیکن اس کی حیثیت ان کے نزدیک اضطراری اصول کی ہے، نہ کہ اولین جہت کی۔

قیاس کے بارے میں احتیاط

امام احمدؒ قیاس کو مجبوری کی حالت میں استعمال کرتے تھے۔ وہ قیاس کو بسا اوقات رد بھی کرتے تھے اگر حدیث یا اثر موجود ہو۔ ان کے ایک مشہور قول کے مطابق:

"اگر قیاس لازم آجائے تو مجھے سکوت بہتر لگتا ہے"¹²

یعنی وہ قیاس کے استعمال کو انتہائی آخری درجہ دیتے تھے اور اس پر اعتماد سے پہلے بارہا حدیث کی تلاش کرتے۔

خبر واحد پر قیاس کی نفی

امام احمدؒ کے نزدیک خبر واحد (صحیح سند کے ساتھ) قیاس سے بدرجہا افضل ہے۔ وہ حتی الامکان حدیث کو اختیار کرتے اور قیاس سے اجتناب کرتے۔ وہ فرمایا کرتے:

"جب حدیث رسول ﷺ موجود ہو تو اس کے مقابلے میں کسی کا قول نہیں"¹³

قیاس کی عملی مثالیں

امام احمدؒ بعض مسائل میں قیاس سے بھی استدلال کرتے ہیں، مثلاً:

زکاة الفطر میں گیبوں اور کھجور کی مقدار کے تعین میں

مریض کے روزے کے فدیہ کے مسئلے میں

لیکن ان کے ان اجتہادات میں بھی قیاس کا استعمال سنت کی بنیاد پر ہوتا ہے، نہ کہ محض عقلی تکیہ پر۔

¹² ابن الجوزی، مناقب الامام احمد، ص 120، دارالکتب العلمیہ، 2003

¹³ الخلال، السنة، 1: 93، مکتبہ دارالریاض، 1995

قیاس کی حدود

حنبلۃ فقہ میں قیاس صرف اس وقت معتبر ہے جب:

اصل حکم نص سے ثابت ہو

علت واضح اور غیر متنازع ہو

فرع اصل سے معقول طور پر مشابہ ہو

سنت یا اثر اس قیاس کے مخالف نہ ہو¹⁴

امام احمدؒ کا مجموعی اجتہادی منہج

امام احمدؒ کے منہج کا خلاصہ یہ ہے کہ:

قرآن کو اولین مصدر مانتے ہیں

حدیث صحیح کو قرآن کے بعد بنیاد بناتے ہیں

اجماع صحابہ کو معتبر سمجھتے ہیں

قیاس کو اضطراری اور محتاط درجہ دیتے ہیں

وہ فقہ کو نصوص پر قائم کرنے کے سخت قائل تھے اور محض عقل یا قیاس کی بنیاد پر دین میں رائے دینے سے گریز کرتے۔

امام احمد بن حنبلؒ قیاس سے متعلق رویہ نہایت محتاط، متوازن اور نصوص پر قائم ہے۔ اگرچہ وہ قیاس کو رد نہیں کرتے، لیکن اسے محدود، مشروط اور آخری درجے پر رکھتے ہیں۔

ان کا منہج ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ فقہی اجتہاد کا اصل مدار نصوص پر ہونا چاہیے، نہ کہ خالص عقلی استنباط پر۔

قیاس اور نصوص شرعیہ: تقابلی مطالعہ اور توازن کا اصولی تناظر

قیاس، فقہی اصولوں میں وہ لطیف اور دقیق قاعدہ ہے جو نص شرعی کی غیر موجودگی میں فرعی مسائل پر حکم کا تعین کرتا ہے۔ تاہم اس اصول کا اطلاق ہرگز اس

وقت نہیں ہوتا جب صریح نص موجود ہو۔ چنانچہ تمام ائمہ اربعہ اس امر پر متفق ہیں کہ قیاس کی حیثیت تابع کی ہے، مستقل ماخذ کی نہیں۔ ان کے ہاں قیاس کی جیت، قابل قبول

نصوص شرعیہ کے تابع اور ان کی روشنی میں مشروط ہے۔

نصوص قطعیہ یعنی قرآن اور سنت متواترہ کے ہوتے ہوئے قیاس کی گنجائش نہ صرف منقطع ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات گمراہی کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن

مجید نے ہر نزاع میں "فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ"¹⁵

فرما کر رجوع الی النصوص کا اصولی قاعدہ بیان کر دیا۔ ائمہ فقہ نے بھی اسی ہدایت پر اپنی علمی بنیاد رکھی۔

امام ابو حنیفہؒ اگرچہ قیاس کے استعمال میں نسبتاً وسعت کے قائل ہیں، تاہم وہ بھی اس وقت قیاس کرتے ہیں جب نہ قرآن ہو، نہ حدیث، نہ اجماع۔ چنانچہ ان کا منہج

ترتیب حجج کی صورت میں یوں ہے: قرآن → حدیث → اجماع → قیاس۔ امام مالکؒ اگرچہ قیاس کو قبول کرتے ہیں، لیکن عمل اہل مدینہ کو بعض مواقع پر قیاس پر ترجیح دیتے

ہیں۔ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الرسالہ میں تفصیل سے قیاس کی حدود کا ذکر کرتے ہوئے اسے صرف معقول علت کی بنیاد پر جائز قرار دیا۔ امام احمدؒ نے تو قیاس کو شدید احتیاط کے

ساتھ استعمال کیا، حتیٰ کہ بعض اوقات اسے ترک کر دیا، اگر ضعیف حدیث بھی میسر آجائے۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ قیاس ایک عقل پسند اجتہادی اصول ہے، مگر اس

کا حسن اسی وقت باقی رہتا ہے جب وہ شریعت کے قطعی دلائل کی روشنی میں محدود اور تابع ہو۔ اگر اس پر بے قید آزادی دے دی جائے تو یہ عقل پرستی کی حد تک جا پہنچتا ہے اور

¹⁴ المرادوی، الانصاف، 1:125، دار احیاء التراث العربی

¹⁵ النساء:59

شریعت کے مقاصد سے دوری کا باعث بنتا ہے۔ لہذا قیاس کا شرعی دائرہ کار "فیما لا نص فیہ" (جس میں صریح نص موجود نہ ہو) ہے۔ نص اور قیاس میں تقابل کی بجائے مکمل (complementarity) کا رویہ اپنانا اجتہاد کے فکری توازن کی ضامن ہے۔

مقاصد شریعت اور قیاس: اصولی تطبیق اور اجتہادی رہنمائی

قیاس، محض عقلی رائے یا قیاسی گمان نہیں بلکہ جب اسے مقاصد شریعت کے تابع کیا جائے تو وہ شریعت کے زندہ، متحرک اور ہمہ گیر نظام کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ مقاصد شریعت سے مراد وہ بلند تر حکمتیں اور اغراض و مقاصد ہیں جن کے لیے شریعت نے احکام مقرر فرمائے، جیسے: دین کی حفاظت، جان، مال، نسل اور عقل کی سلامتی۔¹⁶ ائمہ اربعہ میں اگرچہ قیاس کے استعمال کا دائرہ مختلف رہا، لیکن مقاصد شریعت کی رعایت کا پہلو ہر امام کے منہج میں نمایاں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے استحسان کو اس وقت اختیار کیا جب وہ محسوس کرتے کہ قیاس صریح، کسی شرعی مقصد کے خلاف جارہا ہے۔¹⁷ یہی استحسان درحقیقت قیاس کو مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کی حکمت عملی تھی۔

امام مالکؒ نے مصالح مرسلہ کی بنیاد پر بعض قیاسات کو رد یا قبول کیا۔ ان کے نزدیک کسی معاملے میں اگر شرعی علت نہ بھی موجود ہو، مگر کوئی اہم مصلحت موجود ہو جو شریعت کے عمومی مزاج سے ہم آہنگ ہو، تو اس پر اجتہاد ممکن ہے۔¹⁸ امام شافعیؒ چونکہ اصولی طور پر نصوص کے ساتھ التزام کے قائل ہیں، اس لیے قیاس کو محض ان دلائل میں جائز قرار دیتے ہیں جن کی علت واضح ہو اور وہ علت شریعت کے کسی مقصد سے مطابقت رکھتی ہو۔¹⁹

امام احمدؒ نے اگرچہ قیاس سے گریز کا رجحان اپنایا، مگر مقاصد شریعت کے ساتھ ہم آہنگی ان کے اجتہادی اصولوں میں بھی موجود ہے، جیسا کہ وہ ضرورت، اضطرار، اور عوام الناس کے مفاد کو اپنے فتاویٰ میں مد نظر رکھتے تھے۔²⁰ موجودہ دور میں قیاس کی افادیت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب وہ مقاصد شریعت کے ساتھ مربوط ہو۔ محض ظاہر پرستی یا ضعیف قیاسی تعمیلات، امت کو فقہی جمود کا شکار کر دیتی ہیں۔²¹

لہذا قیاس، مقاصد کے دائرے میں ہی مؤثر اور معتبر رہتا ہے۔ نتیجتاً، اگر قیاس کو شریعت کی غایات و مصالح کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا جائے تو یہ نہ صرف جدید مسائل میں راہنمائی کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ فقہ کو ایک ہمہ گیر، متوازن اور زندہ علم کے طور پر قائم رکھتا ہے۔

حدیث و اثر کے بالمقابل قیاس: ترجیحات ائمہ کا اصولی معیار
اسلامی فقہ کا علمی منظر نامہ ایسے اصولی مباحث سے معمور ہے جن میں دلائل شریعت کی درجہ بندی اور ترجیحی اصول خاص مقام رکھتے ہیں۔ انہی اصول میں ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی حکم کتاب و سنت سے صراحتاً نہ ملے، اور قیاس و اثر دونوں میسر ہوں، تو ائمہ مجتہدین کس کو ترجیح دیتے ہیں؟ اس باب میں اسی فقہی توازن کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

¹⁶، الآدمی، الاحکام فی اصول الاحکام، ج2، ص282، دارالکتب العلمیہ، 2003ء

¹⁷، ابن نجیم، البحر الرائق، ج6، ص21، دارالمعرفۃ، 1993ء

¹⁸، القرانی، الفروق، ج1، ص186، عالم الکتب، 2001ء

¹⁹، الشافعی، الرسالۃ، ص589، دارالکتب العلمیہ، 2003ء

²⁰، ابن قدامہ، المغنی، ج1، ص257، مکتبۃ القاہرہ، 1994ء

²¹، الشنقیتی، اضواء البیان، ج4، ص320، دارالفکر، 2006ء

امام ابو حنیفہؒ کا منہج

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ہاں آثارِ صحابہ کو خاص اہمیت حاصل ہے، بلکہ بعض مواقع پر وہ قیاس کے مقابلے میں صحابہ کے فتاویٰ کو اختیار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کوئی قول موجود ہو، تو وہ قیاس کو ترک کر دیتے ہیں۔²² تاہم اگر اثر یا روایت ضعیف ہو، یا مجمل ہو، تو قیاس کو ترجیح دی جاتی ہے۔

امام مالکؒ کی ترجیحات

امام مالکؒ کے نزدیک عمل اہل مدینہ کو حجت کا درجہ حاصل ہے، جو ایک لحاظ سے حدیث متواتر کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک اگر مدنی عمل اور مجرد قیاس میں تعارض ہو، تو وہ قیاس کو ترک کر کے عملی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔²³ تاہم وہ قیاس کے مکمل منکر نہیں بلکہ اسے ضرورت کے تحت اختیار کرتے ہیں۔

امام شافعیؒ کی علمی ترتیب

امام شافعیؒ کے ہاں حدیث صحیح، خواہ وہ خبر واحد ہی ہو، قیاس پر قطعی طور پر مقدم ہے۔ وہ تصریح کرتے ہیں کہ: "جب سنت رسول ﷺ موجود ہو تو قیاس کی کوئی جگہ نہیں"۔²⁴

یہی وجہ ہے کہ وہ قیاس کو صرف ان مقامات پر اختیار کرتے ہیں جہاں سنت یا اثر موجود نہ ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ کا رجحان

امام احمدؒ حدیث اور اثر کے انتہائی متبع ہیں۔ ان کے ہاں حتی المقدور قیاس سے اجتناب کیا جاتا ہے، اور اگر ضعیف حدیث بھی ہو تو وہ اسے قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔²⁵ ان کے نزدیک صحابہ کے اقوال کی بڑی وقعت ہے، اور ان سے ہٹ کر اجتہاد کو اختیار کرنے میں حد درجہ احتیاط برتتے ہیں۔

عصر حاضر میں اس بحث کی معنوی

جدید فقہی تناظر میں اس بحث کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ عصر حاضر میں "قیاس" کو کبھی کبھی ایسی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جہاں اثر یا سنت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ علمی امانت کا تقاضا ہے کہ اگر سنت یا اثر موجود ہو تو قیاس کو صرف بطور ضرورت اور ثانوی درجے پر دیکھا جائے، تاکہ فقہ کا نصوصی توازن برقرار رہ سکے۔

قیاس اور اجتہاد عصر حاضر: توازن و تطبیق کی علمی رہنمائی

فقہ اسلامی کی روح ہمیشہ متحرک رہی ہے۔ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں، بلکہ وہ حالات و تقاضوں کے مطابق نئی راہیں کشادہ کرتا رہا ہے۔ تاہم، اس عمل میں قیاس ایک نہایت نازک مقام رکھتا ہے۔ جو نہ صرف نصوص کی روشنی میں مسائل کا حل فراہم کرتا ہے بلکہ "مقاصد شریعت" کو ملحوظ رکھ کر جدید تمدنی پیچیدگیوں کا شرعی تجزیہ بھی مہیا کرتا ہے۔

²² ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ج 2، ص 86

²³ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج 1، ص 73

²⁴ الشافعی، الرسالۃ، ص 589

²⁵ ابن القیم، اعلام الموقعین، ج 1، ص 75

عصر حاضر میں سائنسی، طبی، اقتصادی اور سیاسی میدانوں میں نئے نئے سوالات جنم لے رہے ہیں جن کا براہ راست جواب نصوص میں موجود نہیں۔ یہاں قیاس ہی وہ آلہ اجتہاد ہے جو اصولی ضوابط کے تابع رہ کر شرعی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر آرٹیفیشل انٹیلیجنس، مصنوعی اعضا، جدید مالیاتی اسکیمیں، ڈیجیٹل کرنسی، بائیو میڈیکل تحقیق—یہ تمام موضوعات قیاس کے محتاج ہیں۔

موجودہ دور میں قیاس کو دو چیلنجز درپیش ہیں:

1. سطحی استنباط: بعض اوقات قیاس کو صرف ظاہری مشابہت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، جو علمی انحراف کا باعث بنتا ہے۔
2. مقاصد سے انقطاع: قیاس کو اگر شریعت کے اعلیٰ مقاصد (حفظ دین، جان، مال، عقل، نسل) سے جوڑ کر نہ برتا جائے تو وہ صرف "رائے" بن کر رہ جاتا ہے²⁶

معاصر فقہی مجالس، اسلامی فقہی اکیڈمیاں اور بین الاقوامی کانفرنسیں اس بات پر متفق ہیں کہ قیاس:

مکمل نصوصی شعور کے ساتھ ہو

مقاصد شریعت کی روشنی میں ہو

علمی اجتماعیت کے ساتھ کیا جائے

معروضی اور غیر جانبدار ہو

یہ کہنا بجا ہے کہ عصر حاضر میں قیاس فقط ایک اصولی اصطلاح نہیں، بلکہ شرعی توازن کا پیمانہ ہے۔ اگر اسے اصولِ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع، قیاس) کے دائرے میں رہ کر اپنایا جائے تو نہ صرف فقہ کی روح باقی رہتی ہے، بلکہ اسلام کا قانونی نظام اپنی عصری افادیت بھی برقرار رکھتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مقالے میں ہم نے "اصول فقہ میں قیاس کی حدود: ائمہ اربعہ کے منہاج کا تقابلی مطالعہ" کے عنوان کے تحت فقہی تراث میں قیاس کی نوعیت، حیثیت اور دائرہ کار پر اصولی و تطبیقی انداز میں غور کیا۔ قیاس بظاہر عقل کا عمل ہے، مگر شریعت کی نگرانی میں یہ نصوص کا خادم اور مقاصد کا پاسبان بن جاتا ہے۔ ابتداً ہم نے قیاس کی تعریف، بنیاد اور حجیت کو واضح کیا، پھر چاروں ائمہ کرام امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کے منہاج کا تقابلی مطالعہ پیش کیا۔ ہر امام کا قیاس سے تعامل اس کے اصولی تصورات اور علمی رجحانات کا مظہر ہے۔ بعض نے قیاس کو وسیع بنیادوں پر استعمال کیا، بعض نے اسے نص کے تابع رکھا، اور بعض نے آثار و اجماع کو قیاس پر ترجیح دی۔

قیاس کی اقسام (جلی، خفی، مساوی، اولیٰ، ادنیٰ) اور ان کے استدلالی درجات کو واضح کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ فقہی اختلافات کی جڑ اکثر قیاس کی نوعیت و حدود میں ہوتی ہے، نہ کہ اصل نصوص میں۔

آخری باب میں ہم نے عصر حاضر کے تناظر میں قیاس کی افادیت اور چیلنجز کو اجاگر کیا اور یہ واضح کیا کہ جدید مسائل میں قیاس، مقاصد شریعت کی روشنی میں ایک زندہ و پلک دار اجتہادی آلہ ہے، بشرطیکہ وہ اصولی دیانت، علمی احتیاط اور شرعی شعور کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ یقیناً، قیاس وہ دریا ہے جس سے فقہ کی روح تازہ رہتی ہے، اور یہی اسے اجتہادی تسلسل کا امین بناتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. امام ابو یزید عبد الرحمن ابن محمد الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، جلد 2، بیروت: دار المعرفہ، 1997۔
2. علامہ فخر الدین الرازی، المحصول فی علم اصول الفقہ، تحقیق: طہ جابر فیاض العلوانی، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1992۔
3. امام احمد بن علی الجوبینی، البرہان فی اصول الفقہ، جلد 1، تحقیق: عبد الاعلیٰ السبکی، قاہرہ: دار الکتب العلمیہ، 2005۔

²⁶ الشاطبی، الموافقات، ج 2، ص 15

4. امام ابن قدامہ، روضۃ الناظر و جنت المناظر، تحقیق: عبدالکریم النعمی، ریاض: مکتبہ الرشد، 2003۔
5. امام جصاص، احکام القرآن، جلد 1، بیروت: دار الفکر، 1994۔
6. امام نووی، المجموع شرح المہذب، جلد 1، بیروت: دار الفکر، 1995۔
7. ابن تیمیہ، رفع الملام عن الأئمة الأعلام، ریاض: دار عالم الفوائد، 2000۔
8. ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، جلد 1، دمشق: دار الفکر، 1996۔
9. ڈاکٹر محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ، قاہرہ: دار الفکر العربی، 1983۔
10. ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات اصول فقہ، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2007۔
11. علامہ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، جلد 3، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1999۔
12. امام مالک بن انس، الموطأ، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985۔
13. امام محمد بن ادریس الشافعی، الرسالہ، تحقیق: احمد محمد شاکر، قاہرہ: المکتبہ الاسلامی، 1990۔
14. امام احمد بن حنبل، المسند، جلد 1، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 2001۔
15. ڈاکٹر یوسف القرضاوی، الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیہ، قاہرہ: دار الشروق، 1994۔
16. ابن حزم الظاہری، الاحکام فی اصول الاحکام، جلد 4، بیروت: دار الآفاق الجدیدۃ، 1980۔
17. امام سرخسی، أصول السرخسی، جلد 1، بیروت: دار المعرفۃ، 1993۔
18. بدر الدین الزرکشی، البحر المحیط فی اصول الفقہ، جلد 2، قاہرہ: دار الکتب، 2002۔
19. تاج الدین السبکی، جمع الجوامع، بیروت: دار الفکر، 1984۔
20. محمد بن علی الشوکانی، إرشاد القول إلى تحقیق الحق من علم الأصول، ریاض: دار ابن الجوزی، 1999۔
21. ڈاکٹر نور الحسن راشد کاندھلوی، فقہی اختلاف اور اس کا درست رخ، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 2012۔
22. ڈاکٹر فضل الرحمان، اسلامی فقہ میں اجتہاد کی تاریخ، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2001۔
23. ڈاکٹر محمد یوسف موسوی، اصول فقہ کی تاریخ، کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2005۔
24. ڈاکٹر محمد طاہر منصور، اصول فقہ میں معاصر مباحث، اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2011۔
25. ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی، فقہ اسلامی کے بنیادی اصول، لاہور: جامعہ نعیمیہ، 2006۔
26. مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، اصول فقہ، کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 1997۔
27. ڈاکٹر عبدالکحیم شریف، امام ابو حنیفہ کا اصول قیاس، لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2015۔
28. ڈاکٹر خالد محمود، اسلامی قانون اور اجتہاد کا ارتقاء، کراچی: دار الاشاعت، 2010۔
29. محمد بن ابی بکر ابن القیم، إعلام الموقعین عن رب العالمین، جلد 2، بیروت: دار الحیئل، 1991۔
30. ڈاکٹر فضل الہی، فقہ اسلامی میں قیاس کی اہمیت، لاہور: دار الاندلس، 2013۔